DEPARTMENT OF PERSIAN

PATNA UNIVERSITY, PATNA

E CONTENT FOR M. A. PERSIAN SEMESTER II

PAPER : CC-6 UNIT - I I

TOPIC:

KHAQANI SHIRWANI AUR QASIDA GOI

by

Prof. Md. Abid Hussain

Professor

Department of Persian

Ptana University

mobile No. 9430251307

email: abidb28@gmail.com

خاقانی شروانی اور قصیدہ گوئی

حسان العجم افضل الدین بدیل بن علی بن عثمان خاقانی حقایقی شروانی دور سلجوقیہ کے ایرانی شاعروں میں بزرگ ترین شاعر ہے۔اس کے نام کے متعلق تذکرہ نگاروں کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔ دولت شاہ سمرقندی نے اس کا نام ''ابراہیم'' لکھا ہے۔''مجمع الفصحا'' کے مو?لف نے بھی اس کی تائید کی ہے،لیکن جامی نے اپنی کتاب ''نفحات الانس'' میں اس کا نام 'بدیل' لکھا ہے۔خاقانی نے خود اپنا نام ''بدیل'' لکھا ہے جیسا کہ اس کے اس شعر سے ظاہر ہے۔

بدل من آمدم اندر جہان سنائی را
بدین دلیل پدر نام من بدیل نہاد

خاقانی کے والد کا نام نجیب الدین علی تھا، جو بڑھئی کا کام کرتا تھا۔چنانچہ خاقانی نے بارہا اپنے اشعار میں ذکر بھی کیا ہے۔اس کے دادا جولاہہ اور اس کی ماہ عیسائی تھی،لیکن بعد میں اس نے اسلام قبول کر لیا تھا چنانچہ خاقانی خود لکھتا ہے:

کارم ز مزاج بد نہ رستی	گر نہ دعوات مادرستی
نسطوری و موبدی نژادش	اسلامی و ایزدی نہادش
پس کردہ گزین بعقل والہام	برکیش کشیش دین اسلام

ایام طفلی ہی میں خاقانی سایۂ پدری سے محروم ہوگیا،لہٰذا اس کی تربیت اس کے چچا نے کی جس کا نام میرزا کافی بن عثمان تھا۔یہ خود علم طب اور فلسفہ کا ماہر تھا۔خاقانی نے اپنے چچا کی راہنمائی میں علم طب، ہیئت اور علم الٰہیات کا مطالعہ کیا۔فراغت علم کے بعد شعر وسخن کی تعلیم ابوالعلا گنجوی سے پائی جو اس زمانے کا مشہور شاعر تھا۔خاقانی کی صلاحیت کو دیکھتے ہوئے استاد نے اپنی بیٹی کی شادی بھی اس سے کردی، بالآخر استاد ہی کے وسیلے سے اسے خاقان اکبر منوچہر بن فریدون شروانشاہ کے دربار میں رسائی ہوئی،لیکن تعجب کی بات یہ ہے کہ جب خاقانی کو شہرت ملی تو وہ استاد سے منحرف ہوگیا۔

تذکروں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی زندگی تلخیوں سے پر تھی،بچپن میں باپ کا سایہ سر سے اُٹھ گیا،۵۷۱ھ/۱۱۷۵ء میں جوان بیٹا داغ مفارقت دے گیا، پھر رفیقہ حیات عالم جاودانی کو سدھار گئی۔ان حادثات کا ذکر خاقانی نے ذیل کے اشعار میں کیا ہے:

پسر داشتم چون بلند آفتابی	زناگہ بتازی مغاکش سپردم
بدرد پسر مادرش چو فروشد	بخاک آن تن درد ناکش سپردم

خاقانی کی جوانی مفلسی اور قلاشی میں بسر ہوئی،کوئی ایسا دلی دوست بھی نہ تھا جو غم واندوہ میں اسے

کچھ تسکین دلاتا، لیکن جب اس کی رسائی دربار میں ہوئی تو حالات کچھ سازگار ہوئے لیکن واقعہ یہ ہے کہ ساری زندگی وہ نہ فکر معاش سے بے نیاز ہوسکا، نہ زمانے کی رنگینیوں سے محظوظ ہوسکا۔

دربار خاقان میں رسائی کے بعد اکثر خاقانی کے دل میں سیر و سیاحت کی خواہش پیدا ہوئی لیکن دربار سے اسے اجازت نہیں ملتی جس کی وجہ سے وہ پریشان بھی رہتا تھا۔ آخر اس نے ایک مرتبہ خراسان کی سیاحت کے لیے اجازت طلب کی، لیکن خاقان کو یہ بھی منظور نہیں ہوا، چنانچہ خاقانی نے اپنی آزردگی طبع کا اظہار ذیل کے شعر میں کیا ہے:

چہ سبب سوی خراسان شدنم نگذارند
عندلیبم به گلستان شدنم نگذارند

خاقانی نے اجازت طلبی کی یہ کوشش جاری رکھی اور آخر کار اسے سفر کی اجازت مل گئی، لیکن شومئی تقدیر کہ وہ ری تک ہی پہنچ تھا کہ خراسان میں غز ترکوں کے وحشیانہ ظلم و ستم کی خبر ملی، اس لیے وہیں سے واپس آ گیا۔

۵۵۱ھ/۱۱۵۶ء میں ملتی ہے۔ دوران حج اس نے مکہ معظّمہ کی تعریف میں ایک قصیدہ کہا۔ اسی مسافرت میں مدائن جانے کا بھی موقع ملا۔ یہ شہر ساسانی بادشاہوں کا پایہ تخت رہ چکا تھا۔ یہاں طاق کسریٰ کی تباہی اور ایران قدیم کی مٹی ہوئی شان و شوکت دیکھ کر خاقانی بہت متاثر ہوا۔ چنانچہ ایک مشہور قصیدہ ''ایوان مدائن'' کے عنوان سے لکھا۔ جو خاقانی کی حب الوطنی کے جذبات کی ایک عظیم یادگار ہے، مطلع یہ ہے:

ہاں ای دل عبرت بین از دیدہ نظر کن
ہان
ایوان مداین را آئینہ عبرت دان

دوران واپسی خاقانی کا گذر اصفہان سے ہوا۔ وہاں اس کے ایک شاگرد مجیر بیلقانی نے اصفہان کا ہجو لکھ کر مشہور کر دیا کہ یہ ہجو خاقانی نے لکھا ہے، لہٰذا اہل اصفہان اس سے سخت ناراض ہو گئے لیکن اس نے اپنے دامن سے اس داغ کو مٹانے کے لیے اصفہان کی مدح میں ایک طویل قصیدہ کہا جس کے چند شعر بطور نمونہ ذیل میں درج کیے جاتے ہیں:

نکہت حور است یا صفای صفاهان — جبہت جوز است یالقای صفاهان
دیو رجیم آنکہ بود دزد بیانم — گردم طغیان زد از ھجای صفاهان
او بہ قیامت سپیدی روی نخیزد — زانکہ سیہ ھست بر صفای صفاهان

سفر سے لوٹ کر خاقانی دربار خاقان میں پہنچا ہی تھی کہ اس کے حاسدوں نے مشہور کر دیا کہ خاقانی دربار سے مطمئن نہیں ہے اور کسی دوسرے ممدوح کی تلاش میں ہے۔ خاقان سخت ناراض ہوا اور اسے ۵۷۰ھ/۱۱۷۴ء میں قید کر دیا جہاں اس نے اپنی مشہور نظم ''حبسیہ'' لکھی۔ ایک سال کے بعد عزالدولہ کی

شفاعت پر وہ قید سے رہا ہوا۔

تذکروں سے معلوم ہوتا ہے کہ خاقان خاقانی کو دربار کا کوئی خاص منصب سپرد کرنا چاہتا تھا، لیکن اسے اپنی فراغت اور آزادی بہت عزیز تھی، جسے وہ دولت دو عالم کے عوض دینے کو تیار نہ تھا۔ اس لیے ذمہ داری قبول کرنے سے معذرت چاہ لی، چنانچہ وہ کہتا ہے:

گفتی نکنی خدمت سلطان نکنم | یک لحظہ فراغت بدو عالم نفروشم

خاقانی نے آخری عمر میں دربار سے تعلق منقطع کر کے تبریز میں گوشہ نشینی اختیار کی اور یہیں وفات پائی۔ اس کے سال وفات پر تذکرہ نویسوں میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ مجمل فصیحی نے مراۃ الخیال کے حوالہ سے اس کا سال وفات ۵۸۲ھ لکھا ہے، لیکن یہ صریحاً غلط ہے کیونکہ تذکرہ نگار اس بات پر متفق ہیں کہ اس کا بیٹا رشید الدین ۵۷۱ھ میں انتقال کیا اور خاقانی نے اس کا مرثیہ لکھا۔ دولت شاہ نے اس کا سال وفات ۵۸۲ھ لکھا ہے۔ تقی الدین کاشی نے ۵۹۵ھ لکھا ہے۔ جدید محقق میرزا محمد علی خاں اور قزوینی، تقی الدین کاشی کے بیان سے متفق ہیں۔ اور یہی تاریخ صحیح بھی معلوم ہوتی ہے۔

شاعری: جیسا کہ تذکروں کے مطالعہ سے یہ بات روشن ہے کہ خاقانی عربی زبان، اسلامی تاریخ، علم ہیئت اور علم الٰہیات کا بڑا ماہر تھا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اپنی شاعری میں مختلف علوم کی اصطلاحیں اور تلمیحات بے تکلف لاتا ہے۔ پڑھنے والا جب تک ان علوم میں دسترس نہ رکھتا ہو آسانی سے اس کا کلام نہیں سمجھ سکتا۔ مثلاً اس قصیدہ کے چند اشعار ملاحظہ فرمایئے جو اس نے مکہ معظمہ کی مدح میں لکھا تھا:

تا خیال کعبہ نقش دیدۂ من دیدہ اند | دیدہ را از شوق کعبہ زمزم افشان دیدہ اند
عشق بر کردہ بہ مکہ آتشی کز شرق وغرب | کعبہ را ہر ھفت کردہ ھفت مردان دیدہ اند
بر سر دجلہ گذشتہ تا مدائن خضر وار | قصر کسریٰ وزیارت گاہ سلمان دیدہ اند
از تحیر گشتہ چون زنجیر پیچان کا نزمان | بر در ایوان نہ زنجیر ونہ دربان دیدہ اند

مذکورہ اشعار کو سمجھنے کے لیے ان اصطلاحات سے آگاہی ضروری ہے۔ جنہیں خاقانی نے مذکورہ اشعار میں استعمال کیا ہے، مثلاً ''ھفت مردان''، ''قصر کسریٰ'' اور ''سلمان'' وغیرہ۔ جب تک قاری کے ذہن میں ان اصطلاحات کا مفہوم واضح نہ ہوگا، اس کے لیے شعر سمجھنا ممکن نہیں۔

خاقانی کے کلام میں بیشتر وہ ترکیبیں ملتی ہیں جو سبک خراسانی میں نظر نہیں آتیں، یا اگر ہیں تو بہت کم۔ ذیل کے قصیدے میں اپنی فضیلت اور حاسدوں کی کم مائیگی کا جو ذکر خاقانی نے کیا ہے، اس کی ترکیبوں کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ خاقانی نے سبک خراسانی سے الگ بھی راہ نکال کر سبک عراقی کی بنیاد رکھی ہے:

ھفت اقلیم سخن را بہتر از من بادشاہ
در جہان ملک سخن رانی مسلم شد مرا

مریم بکر معانی را منم فرمانروا
عالم ذکر معانی را منم فرمانروا

شہ طغان عقل نایب منم نعم الوکیل
نوعروس فضل را صاحب منم نعمی الفتا

ورع حکمت پوشم وبی ترس گویم القتال
خوان حکمت سازم بخل وبی بخل گویم
الصلا

نکتہ دوشیزۂ من نور عقل است از صفت
خاطر آبستن من نور عقل است از صفا

مذکورہ اشعار میں ''شہ طغان عقل''، ''ورع حکمت''، ''نکتہ دوشیزۂ'' وغیرہ متعدد ترکیبیں نظر نواز ہوتی ہیں، جو خاقانی کی امتیازی حیثیت کا پتہ دیتی ہیں۔

خاقانی کے کلام کی ایک بڑی خوبی واقعہ نگاری ہے۔ وہ اپنے ہمعصر شاعروں میں واقعہ نگار کی حیثیت سے ممتاز ہے۔ اس نے بعض قصیدے خاص خاص واقعات پر لکھے ہیں جہاں واقعات کی تصویر کشی کی ہے وہاں کچھ تمثیل کا رنگ بھی غالب آگیا ہے۔ سفر حج میں جب خاقانی کا گزر ایوان مدائن سے ہوا، اور ایوان کسریٰ کی تباہی کا منظر جب اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھا، تو اس سے متاثر ہوکر ایک نہایت پر سوز اور پر اثر قصیدے لکھا جس کے چند اشعار ذیل میں ثبت ہیں:

ھاں ای دل عبرت بین از دیدہ نظر کن
ھان
ایوان مداین را آیینہ عبرت دان

گوید کہ تو از خاکی ما خاک تو ایم اکنون
گامی دوسہ بر مانہ اشکی دوسہ ھم بفشان

مابارگہ دادیم این رفت ستم برما
حکم فلک گردان یا حکم فلک گردان

این است همان ایوان کز نقش رخ
مردم
خاک در او بودی دیوار نگارستان

مذہب عیسائی کا مطالعہ خاقانی کو بڑا گہرا تھا، چونکہ اس کی ماں اسی مذہب سے تعلق رکھتی تھی، لہٰذا اس مذہب کے مطالعہ کا موقع اسے ملا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ عیسائیوں کی اصطلاحات اور ان کی مذہبی روایات کا بے تکلفی سے ذکر کرتا ہے۔ مثلاً ایک ہی قصیدے میں، جس کا اوپر ذکر آیا ہے۔ ''مریم بکر''، ''روح القدس''، ''نکتہ دوشیزہ''، ''خاک آبستن''، خاص عیسائی اصطلاحات ہیں۔ یہ خصوصیت خاقانی کو جیسا کہ ذکر ہوا۔ عیسائی ماں کے آغوش میں پرورش پانے کی بدولت حاصل ہوئی۔

خاقانی کے کلام کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ اس کے بیشتر قصیدوں میں ردیف تو ہے، لیکن قافیہ کا پتہ نہیں، مثلاً ایوان مدائن اور مکہ معظّمہ کی شان میں اس نے جو دو قصیدے لکھے ہیں۔ ان میں قافیہ نہیں ہے۔

خاقانی کے کلام کی ایک خوبی یہ ہے کہ وہ اپنے قصیدے کا آغاز تشبیب یا تغزل سے کرتا ہے اس ضمن میں وہ بالعموم صبح، طلوع مہر، عشق یا طبیعت کی خوبیوں کو بیان کرتا ہے، مثلاً ذیل کے اشعار:

دست صبا بر فروخت مشعلہ نو بہار
مشعلہ داری گرفت کوکبہ شاخسار

☆☆☆